عورت: اسلام اور دیگر مکاتب فکر کی نظر میں

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی
ترجمہ: حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عسکری صاحب قبلہ

رسولؐ خدا کی عظیم بیٹی سیّدۂ عالم کے یوم ولادت کے موقع پر عالم اسلام خاص طور سے بہنوں کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت وتبریک پیش کرتا ہوں۔

آج جمہوری اسلامی چند مسئلوں میں ـ ـ ـ ـ ـ جن میں سے ایک عورت، اس کی شخصیت، اس کے فرائض، مثالی عورت، زن ومرد کے آپسی تعلقات اور پردہ کا مسئلہ بھی ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ دنیا میں رائج افکار ونظریات سے گہرا اختلاف رکھتی ہے اور اس اختلاف نظر کا حل ہونا بھی ضروری ہے۔ دنیا پر یہ واضح ہونا چاہئے کہ جمہوری اسلامی اس مسئلہ کے متعلق اسلامی تعلیمات کے پرتو میں جو نظریہ رکھتی ہے وہ کیا ہے اور وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟

دنیا میں دعوے تو بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے خیال میں ـ ـ ـ اور یقینا یہی صحیح بھی ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ آج جن لوگوں نے دنیا میں عورت کے مسئلہ کو غلط طریقہ سے پیش کر کے صنف نسواں کی توہین کی ہے، انھوں نے دنیا کی ایک پیچیدہ ترین مشکل کو جنم دیا ہے۔ ان لوگوں نے ابتداء میں یہ کام عورت کے دفاع کے نام پر شروع کیا۔ اس مسئلہ کی نوعیت نیز اس سلسلہ میں اسلام اور آج کی دنیا یا عالمی ثقافتوں میں رائج نظریات کے درمیان پایا جانے والا اختلاف واضح وآشکار ہوجاتا ہے بعض اوقات جمہوری اسلامی نظام میں انسان کسی مسئلہ کو بیان کرتے وقت ایک قسم کے رعب کا شکار ہوجاتا ہے کیوں کہ دنیا بڑے شدومد سے ایک بات کہتی چلی آرہی ہے اب جمہوری اسلامی اسے غلط قرار دینا چاہتی ہے تو وہ شک وتردد میں مبتلا ہوجاتی ہے کہ کہے یا نہ کہے؟ اپنے خیالات کا اظہار کرے یا نہ کرے؟

اتنے عظیم مقاصد کے حامل اس عظیم انقلاب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے افکار ونظریات کو واضح وصریح لفظوں میں بیان کرے اور دنیا کے سامنے اپنے استدلالات پیش کرے۔ لہٰذا عورت کے مسئلہ میں بھی ان تمام خصوصیات کے ساتھ جن کی طرف اشارہ ہو چکا ہے یعنی: عورت کی شخصیت، عورت کے فرائض، عورت کے وسائل وامکانات، عورت کی صلاحیتیں، عورت اور مرد کے آپسی تعلقات، عورت کے پردے اور عورت کے مشاغل وغیرہ کے بارے میں دلائل وبراہین کے ساتھ پوری متانت وسنجیدگی سے اپنے نظریات پیش کرنے چاہئے۔ اسی لئے جمہوری اسلامی میں اس قسم کی کانفرنس اور سیمیناروں کی جگہ واقعاً اب تک خالی نظر آتی تھی چوں کہ آج کی دنیا میں یہ مسئلہ موجودہ مغربی اور یورپی تہذیب وثقافت کی اہم ترین خطاؤں میں شمار ہوتا ہے

لہٰذا اس موضوع کے متعلق دشمن کے پروپگنڈوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جہاں تک ہو سکے اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر گفتگو کی جائے یعنی اپنے ذاتی ذوق اور غیر اسلامی نظریات پیش کرنے سے سختی سے اجتناب کیا جائے۔ صرف اور صرف اسلامی متون بیان ہوں اور مطمئن رہئے کہ کھلے اور روشن ذہن انہیں تسلیم کریں گے جیسا کہ ہم خود اپنے معاشرہ میں اس کے نمونے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں کتنی ہی اہم تعلیم یافتہ، دانشور ومفکر ذہین خواتین ہیں جنھوں نے اسلامی نظریات کو اچھی طرح سمجھ کر دل وجان سے اسے قبول کیا اور اسے عورت کے لئے باعث شرف و افتخار سمجھتی ہیں۔ لہٰذا دنیا کے سامنے اس مسئلہ کو واضح کرنا اور اسے رائج کرنا ضروری ہے تا کہ اس کو اپنا مقام حاصل ہو سکے البتہ یہ کام بڑا ہی پیچیدہ ہے کیوں کہ چند استثنائی موارد کے سوا جن کا ہم بعد میں ذکر کریں گے، پوری تاریخ میں معمولاً دو پہلوؤں سے عورتوں پر ظلم ہوا ہے۔ ایک تو مردوں کے طاقتور ہونے کے اعتبار سے، کیوں کہ مرد تاریخ کے مختلف ادوار میں جسمانی ساخت کے لحاظ سے عورتوں سے طاقتور رہے ہیں اور یہ کسی ایک معاشرہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جاہل و تعلیم یافتہ، اعلیٰ وادنیٰ سبھی طبقوں میں مرد کی جسمانی طاقت عورتوں سے زیادہ رہی ہے اور عورتوں کو مردوں کے ظلم واستبداد کا نشانہ بننا پڑا ہے۔ جن استثنائی مقامات کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ ان معاشروں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں معاشرہ کی باگ ڈور کچھ عظیم عورتوں کے ہاتھ میں رہی ہے ابتدائی بدوی معاشروں میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہے۔ ایک اور استثنائی صورت بعض ان عورتوں کے سلسلہ میں نظر آتی ہے جو حکومت واقتدار کی مالک ہوئی ہیں۔ بعض خاندانوں اور بعض معاشروں میں کچھ عورتیں ایسے امتیازات کی حامل رہی ہیں جن کی وجہ سے ان پر زور زبردستی نہیں کی جاسکتی تھی لیکن یہ تمام موارد، استثنائی ہیں ورنہ عام طور پر معمول یہی تھا مرد عورتوں پر ظلم کرے اس میں مشرقیت ومغربیت کو بھی دخل نہیں مغربی دنیا میں بھی تمام ادوار میں یہی حالت تھی شاید صرف ان آخری ایام میں آکر ہی عورت کے حقوق ومسائل سے متعلق یورپ میں شور وغل کے بعد وہاں عورت کے کچھ حقوق تسلیم کئے گئے ہیں اور عورتوں کو مالکیت وغیرہ کا حق دیا گیا ہے۔

شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ افسوس! یورپ عورت کے بارے میں تقریباً بیسویں صدی تک اسی قسم کی کج فہمی کا شکار تھا یہاں تک کہ بہت سے مغربی معاشروں میں عورت مالکیت کے حق سے بھی محروم تھی چنانچہ اس بیسویں صدی کے اوائل اور ان آخری دہائیوں سے پہلے تک مغرب کی بھی یہی حالت تھی۔ اسی یورپ میں جو آج عورتوں کی حمایت اور ان کے حقوق کے دفاع کا اس قدر ڈنکا پیٹ رہا ہے کتنی ہی ایسی عورتیں تھیں جو اپنے گھروں میں اپنے شوہروں کے ہاتھوں پٹا کرتی تھیں کتنی ہی ایسی عورتیں تھیں جن کے کاندھوں پر خاندان کا سارا سخت اور مشکل کام ڈال دیا جاتا تھا۔ دنیا کے مشہور ملکوں کے بڑے بڑے شہروں میں کتنی عورتیں اپنے اس مال کو بھی صرف کرنے سے محروم تھیں جو انھیں میراث میں ملا کرتا تھا۔ کتنی ہی عورتیں اپنے شوہر، باپ یا بڑے بھائی کے حکم سے گھر میں برسوں قید رہا کرتی تھیں اور انھیں گھر کی دہلیز سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی اس قسم کے مظالم جو مرد نے طاقتور ہونے کی حیثیت سے عورت پر کمزور ہونے کی وجہ سے

کئے ہیں کم نہیں ہیں۔ خود ہمارے اپنے معاشرے اور دیگر اسلامی معاشروں کا بھی یہی حال تھا۔ صرف صدر اسلام کا دور اس سے مستثنیٰ ہے جو ایک جداگانہ بحث ہے۔ اسلام سے پہلے بھی ایسا ہی تھا۔ کتنی ہی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ کتنی ہی عورتیں زندہ زندہ جلا کر راکھ کر دی جاتی تھیں یا مار ڈالی جاتی تھیں جن عورتوں کے شوہر مر جاتے تھے انھیں ان کی رسم و رواج کے مطابق شوہر کے ساتھ دفن (یا ستی) کر دیا جاتا تھا اس پوری تاریخ میں انسانی خاندان کی ایک ضعیف و ناتواں فرد ہونے کی حیثیت سے عورتوں پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ آج بھی اگر چہ مغربی معاشروں میں ان کے لمبے چوڑے دعوؤں اور بعض قوانین کی وجہ سے ان مظالم میں کچھ کمی ضرور آ گئی ہے، لیکن یہ مظالم ان میں ابھی بھی موجود ہیں بالکل سے ختم نہیں ہوئے ہیں۔ آج کے یورپ میں بھی ایسی عورتوں کی کمی نہیں ہے جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں پٹا کرتی ہیں اور اُن کے ظلم و ستم، توہین و اہانت کا نشانہ بنا کرتی ہیں۔ یورپ میں اس قسم کے مظالم کمیاب یا استثنائی نہیں ہیں۔ صرف مرد کی آواز ذرا بھاری اور اس کے بازوؤں میں ذرا طاقت زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے شہزوری کا حق حاصل ہے بالکل ان درندوں کی طرح جو ایک علاقہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں جن کی طاقت زیادہ ہوتی ہے وہ اپنی اسی طاقت کے بل بوتے دوسروں پر ظلم و تعدی کرتا ہے یہی حالت آج بھی باقی ہے یعنی جس وقت سے تاریخ کا آغاز ہوا ہے صورت حال یہی تھی اور عورتوں کے خلاف طاقت کا استعمال ہوتا رہا ہے۔

عورت پر دوسرا ظلم ذرا تا جرانہ اور کچھ پیچیدہ ہے ظلم کی اس نوعیت کا تعلق بھی آغاز تاریخ سے ہے اور آج بھی یہ اپنی بدترین اور شدید ترین شکل میں رائج ہے۔ اور وہ ظلم یہ ہے کہ عورت کو زن و شوہر پر مشتمل دو رکنی خاندان کے ایک ممبر کی حیثیت دینے کے بجائے اسے مرد کی لطف اندوزی کا وسیلہ سمجھا گیا ہے۔ بلکہ عورت کو سامان تجارت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور جس طرح، انسانوں کی لالچ اور ان کی حرص و طمع کے باعث ہمیشہ جن چیزوں سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا جن چیزوں کی بھی تجارت کی جا سکتی ہے اور ان سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے ظالم و طاقتور افراد انہیں نہیں چھوڑتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے، عورتوں کو بھی اسی طرح استعمال کیا گیا اور اسے ایسی وادی میں پہنچا دیا گیا جہاں وہ مرد کی شہوت رانی و لطف اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی۔

البتہ یہ بہت ہی واضح سی بات ہے کہ یہ چیز عمومیت نہیں رکھتی نہ ہی تمام مرد ایسا کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی تمام عورتیں اس قسم کے ظلم کا نشانہ بنی ہیں۔ تاہم مجموعی طور پر صنف نازک پر مردوں کی طرف سے اس قسم کا ظلم ہوتا رہا ہے۔ تاریخ میں ایسے مردوں کی کمی نہیں ہے جنھوں نے عورت کو صرف اپنی جنسی بھوک مٹانے کا ذریعہ سمجھا ہے۔ اور چوں کہ وہ طاقت، اقتدار یا سیاست کے مالک تھے اور اپنا کام نکالنا خوب جانتے تھے لہٰذا ان سے جہاں تک ہو سکا اس وادی میں آگے بڑھتے گئے۔ تاریخ کے اکثر طاقتور اور اونچے طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد اسی قماش کے تھے آپ کو تاریخ میں وہ طاقتور اور حکمراں طبقہ کہاں ملے گا جو جنسی بدکاریوں میں ڈوبا ہوا نہ ہو۔ اسی جنسی بے راہ روی کے اسباب وہ کس طرح فراہم کرتے

تھے؟ چند عورتوں ہی کے ذریعے نا؟ یہ عورتیں کہاں سے آتی تھیں؟ بہرصورت، حالت یہی تھی کہ کچھ افراد اپنی شہوت رانی اور جنسی بھوک مٹانے اور ذرا سی لذت اندوزی کی خاطر تمام عقلی، فکری، اخلاقی حدوں سے گذر کر جس حد تک ان کی خواہش ہوئی اور جتنا ان کا بس چلا اس وادی میں آگے بڑھے اور عورت کو اپنی لطف اندوزی کا ذریعہ بنائے رہے۔

یہ ایسی حقیقت ہے جو تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے ہاں جن لوگوں کو قوت و طاقت جتنی زیادہ تھی انھوں نے اتنا ہی زیادہ وسیع پیمانہ پر یہ عمل انجام دیا ہے۔ جن کے پاس طاقت کم تھی جیسے معاشرہ کے عام اور معمولی افراد، انھوں نے بھی اس طرح کی حرکتیں کی ہیں اور انھوں نے بھی ان عورتوں سے لطف لیا ہے جن سے قانونی طور پر ان کا کوئی ربط اور رشتہ نہ تھا، بس فرق یہ ہے کہ ان کے عمل کا دائرہ محدود تھا۔ ان کی حرکتیں معاشرہ میں پائی جانے والی آوارگی کی حد تک تھیں اور یہ آوارگی بھی تقریباً سبھی معاشروں میں کم وبیش موجود رہی ہے، تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں، ہر معاشرہ میں کچھ ایسی عورتیں موجود رہی ہیں جنھیں مرد ناجائز طور پر استعمال کرتے رہے ہیں یہ بھی ایک بہت بڑا ظلم ہے، یہ ظلم مرد پر نہیں ہوا ہے مرد اس طرح کی توہین و تحقیر کا نشانہ کبھی نہیں بنا ہے۔ یہ ان تاریخی اہانتوں میں سے ہے جو عورت کے حق میں روا رکھی گئی ہے۔

اگر ماضی میں اس پہلے قسم کے ظلم کا ظلم کے طور پر کسی حد تک تذکرہ کیا بھی گیا ہو۔ اگرچہ اسے بھی بیان نہیں کیا گیا۔ تو اس دوسرے قسم کے ظلم کو نہ صرف یہ کہ بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوا ہے افسوس! آج بھی ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کے دفاع کے سلسلے میں اتنے زیادہ شور وغل کے باوجود، دنیا میں روز بروز اس ظلم میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یورپ میں عورتوں کی آزادی کے سلسلے میں جو نعرہ لگایا گیا اور اس کے لئے کچھ قوانین بنائے گئے ان کے محرکات و مقاصد اقتصادی اسباب و وجوہات تھے یعنی وہ اس طرح سے عورتوں کو کارخانوں میں کھینچنا اور مزدوری کے سلسلے میں ان کے کم مطالبات سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں ہے کہ عورت کی آزادی کے نام پر بلند ہونے والے نعروں کی جڑیں شہوانی واخلاقی مسائل تھے۔ جس چیز کا تعلق دوسرے قسم کے ظلم سے ہے اور آج بھی موجود ہے وہ یہ کہ عورت کو آزادی دیتے ہیں اسے آزاد چھوڑ دیتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اپنی نمائش کرکے مرد کی ناجائز لطف اندوزی کے لئے زیادہ سے زیادہ میدان ہموار کرے، یہ کیسی آزادی ہے؟ وہ عورت کو اس لئے آزادی نہیں دیتے کہ وہ اپنی ان پوشیدہ انسانی صلاحیتوں کو آشکار کرے جو اسے کمال وارتقا سے ہم کنار کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں یا پھر اسے دوسرے درجے کی اہمیت دیتے ہیں، دراصل عورت کو میدان میں لانے کا مقصد عورت کی تخلیق کے اس مخصوص نسوانی پہلو سے ناجائز فائدہ اُٹھانا ہے جو قدرت کا ایک اہم راز اور عورت کی جانب مرد کی کشش کا وسیلہ ہے اور جس سے کچھ خاص اصول وقوانین کے تحت ہی استفادہ کرنا چاہئے اور اگر یہ مخصوص پہلو نہ ہوتا تو بنی نوع انسان

کی بقا ناممکن تھی۔ یہ وہ ظلم ہے جو تاریخ کے تمام ادوار میں موجود رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

اسلام نے جس وقت عورت کے بارے میں اپنے نظریات پیش کئے اور اس کے متعلق اپنے تعلیمات بیان کئے اسے دونوں قسم کے مظالم سے نجات عطا کی اور اسے اس بوجھ سے چھٹکارا دلایا۔ مرد کو عورت پر ظلم کرنے سے روکا۔ اس اقدام نے لوگوں کو تعجب میں ڈال دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد کو اپنے گھر میں اپنی بیوی، اپنی بیٹی اور اپنی بہن سے تند کلامی کرنے اور ان سے اپنی خدمت لینے کی اجازت نہ ہو؟ اسلام نے پورے اعتماد و استحکام کے ساتھ ان بے جا توقعات کا مقابلہ کیا اور عام طور پر رائج اس رسم و رواج کو توڑا جو عورت کو یک طرفہ طور پر مرد کی خدمت اور اس کی آسائش کا وسیلہ بنا کر پیش کرتی تھی۔ اس ضمن میں ہمارے اسلامی اصول و قوانین نہایت صریح اور واضح ہیں یہ صرف زن و شوہر ہی تک محدود نہیں ہے باپ اور بھائی کو بھی اپنی بیٹی یا بہن پر ظلم کرنے کا حق نہیں ہے زن و شوہر ایک کنبہ کے دو شریک ہیں۔ اور ایک دوسرے پر برابر کا حق رکھتے ہیں، ان دونوں کو مل جل کر زندگی بسر کرنا چاہئے، اگر مرد عورت پر کچھ حق رکھتا ہے تو عورت بھی مرد پر کچھ حق رکھتی ہے۔ بہت سے بھاری کاموں کی بجا آوری اور خدمت گاری عورت کے فرائض میں شامل نہیں جب کہ مرد کے فرائض کا ایک حصہ ہے، گھر کے مخارج پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے عورت کی نہیں حتیٰ کہ امور خانہ داری بھی عورت پر واجب نہیں ہیں، البتہ فطری طور سے محبت اور تفاہم و تعاون کا تقاضا ہے کہ عورت اپنے گھریلو مسائل کو خود ہی سنبھال لیتی ہے اور اسلام بھی اسے مستحسن نگاہوں سے دیکھتا ہے لیکن اسے واجب نہیں سمجھتا۔ اسلام نے صنف قوی یعنی مرد کے ظلم واستبداد کی راہیں مسدود کردی ہیں۔ یہ صنف قوی، صرف جسمانی وظاہری ساخت کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض دوسرے اعتبارات سے عورتیں نہ صرف یہ کہ ضعیف نہیں ہیں بلکہ شاید مردوں سے قوی تر ہوں۔

دوسری قسم کے ظلم کے سلسلے میں بھی اسلام نے کچھ اصول وقوانین وضع کر کے اور مرد وعورت کی معاشرت کو محدود کر کے اس ظلم کی بھی روک تھام کی ہے۔ ہمارے آج کے حالات میں مرد وعورت کا اصلی مسئلہ یہی آپسی تعلقات کا مسئلہ ہے، معاشرہ میں اور آپس میں مرد وعورت کے درمیان کس قسم کا رابطہ ہونا چاہئے؟ پردہ کا مسئلہ بھی اس سلسلے میں پیدا ہوتا ہے۔ اصل بات یہی ہے آج اس مسئلے میں دنیا اور اسلام کے نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اسلامی نظریہ قطعی واضح آشکار اور بھرپور دلائل و براہین پر استوار ہے۔ اسلام نے اسی روز آ کر اس ظلم پر پابندی لگائی لیکن یہ ظلم آج بھی اس دنیا میں موجود ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اب یہ ظلم، دنیا سے ختم ہو چکا ہو، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جب تک عورت اور مرد کی صنف میں یہ فطری خصوصیات باقی رہیں گے اس قسم کے ظلم کا امکان باقی رہے گا اور پوری طاقت کے ساتھ اسے روکنا چاہئے، اور یہی اسلام کا حکم ہے اس مسئلے کا تعلق صرف عورت پر ہونے والے مظالم کو ختم کرنے سے ہی نہیں ہے۔ یہ تو ہم عورت کے حقوق سے بحث کرتے وقت

کہتے ہیں کہ عورت پر ہونے والے اس ظلم کی روک تھام ضروری ہے ورنہ اگر اسے معاشرہ کے عام حقوق کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو یہ مسئلہ کچھ دوسرے پہلو بھی رکھتا ہے یہ فسق وفجور اور آوارگی وغیرہ کی روک تھام بھی ہے۔ وہی چیز جو آج بصد افسوس مغربی دنیا میں بہت ہی بری اور مکروہ شکل میں رائج ہے۔ اسلام کے اس نظریہ کو واضح اور عام کیا جانا چاہئے۔ اسلام میں عورت کی عظمت ومنزلت کے سلسلے میں صرف تقریر کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ ہمیں یہ واضح کرنا چاہئے کہ عورت اور مرد کے فرائض کے حدود کیا ہے؟ ان کا دائرہ کار ایک دوسرے کے تئیں یا خاندان، اور یا ایک بڑے خاندان یعنی معاشرہ کے سلسلے میں کیا ہونا چاہئے اس کا واضح ہونا ضروری ہے۔ البتہ اس الزام سے بچنے کے لئے کہ اسلام عورت کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتا ہے یا اسلام نے مردوعورت کے تعلقات میں محدودیّت اور پردہ کا جو حکم دیا ہے اس کی غلط تفسیر نہ کی جا سکے عورت کی شان اور اس کی عظمت ومنزلت کو، اس کے عورت ہونے کی حیثیت سے نہ کہ اس کے ماں وغیرہ ہونے کے لحاظ سے، بیان کیا جانا بھی ضروری ہے لیکن اصل مسئلہ یہی معاشرہ میں مرد وزن کے تعلقات وارتباطات کا مسئلہ ہے اس کا واضح ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اور اس مسئلہ میں ہمیں دنیا کے سامنے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی بلکہ ہمارا سر فخر سے اونچا نظر آئے گا۔ آج عورت کے مسائل کے متعلق دنیا کے پاس کوئی منطق نہیں ہے۔ دنیا اور مغربی تہذیب جو بصد افسوس! آج پوری دنیا میں رائج ہے اس کا کوئی جواب نہیں رکھتی کہ آخر عورت اپنے آپ کو سجا بنا کر دوسروں کے سامنے کیوں پیش کرے؟ مرد کی نگاہوں کے سامے عریاں وبرہنہ ہوکر کیوں آئے؟ دنیا نہیں جانتی کہ عورت یہ سب کام کیوں کرے؟ اور کس کے حق میں ہے؟ آج مغربی ثقافت میں جس چیز کا چرچا ہے وہ یہی ہے اور وہ اس کا دفاع کرنے سے عاجز ہے۔ ہمارا کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے تعلقات کی ایک حد ہے اور ان حدود کی رعایت ضروری ہے اور اس نقطۂ نظر کی حقانیت کے لئے عورت ومرد کی طبیعت وفطرت پر ایک نظر ہی کافی ہے ان حدوں کو فراموش کرنے کی وجہ سے جو برائیاں معاشرہ میں پیدا ہوئی ہیں انھیں بیان کیا جائے یہ حدود بھی دیگر حدود وقوانین کے مانند ہیں (ہر جگہ پر قانونی پابندیاں کچھ حد بندیاں وجود میں لاتی ہیں کہ اگر ان پابندیوں کو ہٹا دیا جائے تو ممکن ہے کہ کچھ افراد کو خوشی ومسرّت ہو کیوں کہ وہ ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائیں گے اور پابندیوں سے رہائی مل جائے گی۔ لیکن آخر کار معاشرہ کو اس سے نقصان پہنچے گا یہاں بھی یہی حال ہے۔ یہاں بھی کچھ پابندیاں ہیں مردوں کے لئے بھی پابندیاں ہیں اور عورتوں کے لئے۔ اگر یہ پابندیاں ہٹ جائیں تو کچھ افراد کی خوش حالی کا باعث ہوگی لیکن نتیجتاً معاشرہ کی بربادی کا سبب ہوگی۔ عورت اور مرد دونوں کے لئے کچھ محدودیتیں ہیں اور ممکن ہے بعض افراد ان پابندیوں سے خوش بھی نہ ہوں۔ لیکن یہ محدودیتیں معاشرہ کے حق میں ہیں ان حدوں کو بیان ہونا چاہئے۔ جیسا کہ جناب جنّتی صاحب نے فرمایا ابتدائے انقلاب سے یہ مسئلہ درپیش رہا ہے چوں کہ ملک میں

اسلامی انقلاب آیا ہے لہٰذا معاشرہ کے افراد بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ اسلامی احکام نافذ کئے جائیں، عورت کا پردہ اور مرد و زن کے آپسی تعلقات کی محدودیّت ایک قرآنی حکم ہے یہ چند حدیثوں اور خبر واحد کی دین نہیں ہے جس کے بارے میں شک وشبہہ پیدا کرنے کی گنجائش ہو جب قرآن پر عمل کرنا طے پا گیا تو پردہ کی رعایت بھی ضروری ہے یہ صحیح ہے کہ اسلامی دنیا میں بھی ایسے افراد گذرے ہیں جنھوں نے اکثر کچھ باتیں کہی ہیں اور نعرے لگائے ہیں خود ہمارے اپنے ملک میں بھی بعض ایسے افراد تھے جنھوں نے غفلتاً کچھ باتیں کہی ہیں وہ مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں اور قرآن کے اس صریح واضح حکم کو پامال بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ قرآن کے حکم پر بہرصورت عمل ہونا چاہئے، عوام کو توقع تھی اور ان کی توقع حق بجانب بھی ہے۔ مرد و زن کا اسلامی فریضہ دراصل ایک اعلیٰ فکر تھی اس کام کو انجام پانا چاہئے تھا۔

اس سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ چوں کہ ہم لوگوں نے عورت کے فرائض اور اس کی شخصیت کے سلسلے میں کوئی ثقافتی کام انجام نہیں دیا ہے لہٰذا کچھ صاحبِ فکر و نظر افراد ایک جگہ اکٹھا ہو کر بحث و گفتگو کریں کہ عورت کے بارے میں اسلامی نظریات کس طرح بیان کریں اور اس کے لئے کون سے اقدامات عمل میں آنے چاہییں؟ اس ثقافتی مہم کو کیسے سر کیا جا سکتا ہے؟ کوئی بھی ثقافتی کام کیا جا سکتا ہے، لیکن سارا کام اس میں منحصر نہیں ہے عورت کی سعادت وارتقا کے دشمن مغربی تہذیب وثقافت کے نظریہ پردازوں کے خفیہ ہاتھ بڑی پیچیدگی کے ساتھ کام کرتے ہیں، وہ تمام پہلوؤں پر نظر رکھ کر اقدام کرتے ہیں مختلف طریقوں سے اقدام کرتے ہیں، آج آپ یورپ پر نظر ڈالیں وہ اس میدان میں روز بروز آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں۔ کوئی ایسا دن نہیں ہے جب وہ کوئی نیا منصوبہ نہ بناتے ہوں، بعض ملکوں خاص طور سے شمالی یورپ اور اسکینڈینیوی ممالک میں عورتوں اور مردوں کی جنسی بے راہ روی کو بڑھاوا دینے کے سلسلے میں نئے نئے ہتھکنڈوں اور منصوبوں کی بہتات نے ایک ہنگامہ مچا رکھا ہے جنھیں بیان کرنا اور جن کا سننا مردوں اور عورتوں کے لئے باعث شرم ہے، یعنی اگر کوئی وہاں کے حالات بیان کرے تو ہمیں سنتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اگر کہیں لکھا ہوا ہو تو ہمیں اسے پڑھتے ہوئے حیا آتی ہے۔ دنیا اس طرح پستی و بدکاری کی طرف آگے بڑھ رہی ہے ان لوگوں نے بشریت کے خلاف بڑی بُری سازش تیار کی ہے۔ بے پناہ دولت صرف کر رہے ہیں۔ ماہرین نفسیات، سیاست کار، جاسوسی ادارے اور مختلف منصوبہ ساز ذہن پس پردہ پوری دنیا کے لئے منصوبہ بنانے میں مشغول ہیں تا کہ عورتوں اور مردوں کی آتشِ شہوت کو زیادہ سے زیادہ بھڑکائیں یہ کام آج استکباری دنیا اور عالمی طاقتوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے وہ اس کے محتاج ہیں بڑے سرمایہ داروں کو اس کی سخت ضرورت ہے وہ اس کے بغیر نہیں جی سکتے اب اس کے مقابلے میں ہم صرف ایک کانفرنس منعقد کر دیں یہ کافی نہیں ہے اگر چہ یہ بھی ضروری ہے ہمیں کیا کیا کرنا ہے اس کا ہر جہت سے جائزہ لینا چاہئے۔ ہم ان مسائل کے مقابلہ میں خاموش تماشائی بنے نہیں رہ سکتے ہم خاموش بیٹھے نہیں دیکھ سکتے کہ یہ انسانیت دشمن ابھی اسی وقت

فلسفیوں، کائنات شناسوں اور ماہرین نفسیات کے بھیس میں نظریہ پردازی کرتے رہیں۔ یہ لوگ روز بروز مسئلہ کو پیچیدہ سے پیچیدہ تر بناتے جارہے ہیں۔ شاید اس کے لئے کچھ زیادہ ہی کام کی ضرورت ہے، شاید اس کے لئے ٹی وی پروگرام کی ضرورت ہو شاید اس کے لئے فنون لطیفہ کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہو شاید اس کی ضرورت ہو کہ ہمارے فن کار سر جوڑ کر بیٹھیں دسیوں پروگروام تیار کریں۔ اسے پردۂ فلم پر لائیں اور عوام کے سامنے پیش کریں اور ہم پروگرام میں اس جنسی بے راہ روی اور اس کے خطرناک نتائج کا ایک ایک گوشہ دکھائیں اور پھر ان پرگراموں کو مسلم ملکوں نیز ایشائی اور تیسری دنیا کے مما لک میں نشر کیا جائے تاکہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ کیا ہے اور اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے؟

آج بصد افسوس! جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ مسلسل پروپگنڈے اور بار بار کہنے کی وجہ سے لوگوں کا عام نظریہ یہی بن چکا ہے اور لوگ اسے باور کر چکے ہیں۔ افریقہ کے ایک پسماندہ ملک میں، نامہ نگاروں کو مجھ سے انٹرویو لینا تھا ایک خاتون نامہ نگار جب مجھ سے انٹرویو لینے کے لئے آرہی تھیں تو شاید ان سے یہ کہا گیا تھا کہ تمہیں سر پر اسکارف باندھنا ہوگا اور اس سلسلے میں انھیں کچھ دیر کے لئے معطل کیا گیا تھا اور ذرا سختی کی گئی تھی۔ یہ خاتون اندر آئیں اور جب مجھ سے سوالات کا آغاز ہوا تو مجھ سے عورتوں کے بارے میں سوالات کئے گئے اس وقت خاتون نے کھڑے ہو کر مجھ سے دو سوال کیے اور اس کے بعد رونے لگیں ان کے جذبات کو اتنی سخت ٹھیس پہنچی تھی اور ان کے احساسات ان پر اتنا زیادہ غالب آگئے تھے کہ کہنے لگیں مجھے اسکارف باندھنے کے لئے کیوں کہا گیا؟ وہ اسے اپنی توہین تصوّر کررہی تھیں یہ ہے آج کی دنیا میں رائج ثقافت! وہ دھوکا نہیں دینا چاہتی تھیں، پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں ایک جوان عورت تھیں وہ واقعی خیال کررہی تھیں کہ ان کی توہین کی گئی ہے۔ اگر ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جاتا جو واقعاً عورت پر ظلم ہے اور یقینا عورت کی توہین ہے چاہے جس قسم کا بھی برتاؤ کیا جاتا اس میں وہ اپنی اتنی زیادہ توہین محسوس نہ کرتیں بہرحال یہ ایک غلط ثقافت ہے جو لوگوں کے ذہنوں پر مسلط ہوچکی ہے اور لوگ اس کے عادی بن چکے ہیں، تمام امکانات و وسائل بروئے کار لاکر اس انحراف کے لئے برسوں محنت کی گئی ہے اس کا مقابلہ کیا جانا ضروری ہے لیکن کس طرح سے؟ خود ہمارے اپنے عوام کے لئے بھی۔ کم از کم کچھ افراد کے لئے یہ مسئلہ اب بھی حل نہیں ہوا ہے۔ بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو دین دار ہیں، مسلمان ہیں، لیکن پردہ کا مسئلہ ان کے لئے واضح نہیں ہے۔ وہ پردہ کرنے سے گریزاں بھی نہیں ہیں۔ پردہ کرتی بھی ہیں لیکن ان کے ذہنوں میں پردہ سے متعلق بہت سے شکوک وشبہات ہیں ان کو مطمئن کرنا بے حد ضروری ہے۔ پردہ ہماری نظر میں مبہم نہیں ہے ہمارے سامنے مسئلہ بالکل واضح وروشن ہے اور بہت سے دوسرے افراد بھی اس سے اچھی طرح واقف ہیں لیکن اسے دوسروں کے لئے واضح وآشکار کرنا چاہئے اس کی حقیقت سے آگاہ کرنا چاہئے تاکہ ہر شخص اس سے واقف ہوجائے، یہ بہت ضروری کام ہے، یہ بھی ایک ثقافتی عمل ہے۔ ☆☆☆